

نظریہ پاکستان

نظریہ یا آئینہ یا الوجی (Ideology) وہ تصور، مقصد یا نصب الحین ہے جس کے حصول کے لیے انسان اپنی جدوجہد کا آغاز کرتا ہے جب کوئی خاص مقصد کسی قوم کی اجتماعی زندگی کا مشترکہ نصب الحین بن جائے تو وہ اس قوم کا مشترکہ نظام حیات کھلاتا ہے۔

ورلڈ انسائیکلو پیڈیا کے مطابق:

”نظریہ ان سیاسی اور تمدنی اصولوں کا مجموعہ ہے جن پر کسی قوم یا تہذیب کی بنیادیں استوار ہوتی ہیں۔“

آکسفورد ڈیکشنری میں نظریہ کی وضاحت اس طرح کی گئی ہے:

”نظریہ مخصوص انداز میں سچنے اور مخصوص عقائد کا نام ہے جو کسی فرد یا گروہ کی نمایاں خصوصیت بن جاتا ہے جس سے اس فرد یا گروہ کے معماشی، سماجی و سیاسی نظریات جنم لیتے ہیں۔“

انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا (Brittanica) کی رو سے نظریے سے مراد:

”کسی خاص نظام کفر کی روشنی میں سیاسی مسائل کا ایسا تجزیہ ہے جس میں عملی پروگرام بھی شامل ہو۔“

ہر قوم کا ایک خاص مزاج اور زندگی بصر کرنے کا ایک نظام اور طریق کار ہوتا ہے۔ صدیوں کے عمل ہم کے بعد وہی نظام اس قوم کی نظریاتی اساس اور اس سے وابستگی اس کے لیے جزو ایمان بن جاتی ہے اور جب اس نظریاتی نظام کو خطرہ لاحق ہو جائے تو قوم اس کی حناعت کے لیے تن من وہن قربان کرنے کے لیے تیار ہو جاتی ہے دوسرے لفظوں میں کسی قوم کا نظام حیات یا نظام زندگی ہی اس قوم کا نظریہ ہوتا ہے اور اس قوم کے وجود اور شخص کی پہچان اس نظریے سے ہوتی ہے۔

دوقومی نظریہ

امت مسلمہ خواہ دنیا کے کسی حصے میں بستی ہو ایک قوم کہلانے کی اور اس امت کے علاوہ دنیا کے تمام باشندے دوسری قوم کے افراد اس طرح ساری دنیا کے انسان دو قوموں میں بٹ جائیں گے مسلم اور غیر مسلم۔ قرآن کے الفاظ ہیں:

هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرُ وَمِنْكُمْ مُؤْمِنُ ۝

"اس (خدا) نے تمہیں پیدا کیا پھر تم میں سے کچھ موسمن ہو گئے اور کچھ کافر۔"

(سورۃ تباہ)

یعنی اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ اولاد آدم میں سے کچھ لوگ دین حق کو چھوڑ کر گمراہی کا راستہ اختیار کریں گے اور کچھ اسلامی تعلیمات کے مطابق زندگی بر کرنے کو ترجیح دیں گے۔ اس طرح نظریہ زندگی کے معیار کے مطابق وہ دو گروہوں میں تقسیم ہو جائیں گے۔ اسلام کو ماننے والے اور نہ ماننے والے۔ دین کی بنیاد پر تمام انسانوں کو دو قومیں سمجھتا ہی دوقومی نظریہ کہلاتا ہے دو صیغر کے ہندوؤں کی اسلام دشمنی کا نتیجہ تھا اور نہ ہی تحریک پاکستان کا پیدا کردہ تصور تھا بلکہ اس کی بنیاد حضرت آدم علیہ السلام کو زمین پر اتنا نے کے ساتھ ہی رکھ دی گئی تھی۔

اسلام کا نظریہ قومیت منفرد ہے اس میں نسلی تھسب و برتری کی کوئی مبنی نہیں۔ اسلام میں اصل اہمیت زہد و تقویٰ کو حاصل ہے۔ اسلامی نقطہ نظر سے دنیا کے تمام مسلمان ایمان کے اشتراک کی بنا پر ایک قوم کے افراد ہوں گے اور تمام غیر مسلم افراد اپنے تمام تر اختلافات کے باوجود ایک الگ قوم تصور کئے جائیں گے۔

الْكُفَّارُ مِلْةٌ وَاحِدَةٌ
(تمام کافر ایک قوم ہیں)

یہی وہ عظیم فلسفہ ہے جس کے تحت مسلمان تمام رشتہوں کو دین کے رشتے کے مقابلے میں یقین قرار دیتے ہیں غزوہ بدر میں جب باپ بیٹے کے خلاف بیٹا باپ کے خلاف اور بھائی بھائی کے خلاف مصروف پریکار تھا تو حضرت ابو بکر صدیقؓ اور ان کے فرزند جوابیؓ تک اسلام نہیں لائے تھے ایک دوسرے کے مقابلہ ہوئے۔ جنگ کے خاتمے کے بعد بیٹے نے باپ کو بتایا کہ لڑائی کے دوران آپ میری زد میں آگئے تھے لیکن میں نے اس خیال سے آپ کو چھوڑ دیا کہ آپ میرے والد محترم ہیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا:

"بخدا اگر تم میری زد میں آ جاتے تو میں بھی معاف نہ کر رہا۔"

اسلام کے اسی تصور کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اس طرح بیان فرمایا ہے:

"اے ایمان والوں تم اپنے باپوں اور بیٹوں کو دوست نہ بناو اگر وہ ایمان پر کفر کو ترجیح دیں۔"

(سورۃ توبہ)

ثابت ہوا کہ اسلام میں رشتے عقیدے (عقیدہ توحید) کی بنیاد پر ہوتے ہیں۔ نسل، قرابت واری یا علاقتے کی

بنا پر نہیں۔ لہذا اسی عقیدے کی رو سے برصغیر کے مسلمان بھی ابتدائی سے ایک الگ قوم تھے۔ بارہ سو سالی
تاریخ گواہ ہے کہ ہندو اور مسلمان کبھی ایک قوم نہیں بن سکے۔ ہندوستان ہمیشہ ہندو ہندوستان اور مسلم
ہندوستان میں تقسیم رہا۔ بیسویں صدی میں بعض ایسے اسباب پیدا ہوئے جنہوں نے ہندوستان کے مسلمانوں
کو ایک آزاد اسلامی ریاست کا مطالبہ کرنے پر مجبور کر دیا۔ 2 مارچ 1941ء کو قائد اعظم محمد علی جناح نے فرمایا:

”هم ایک قوم ہیں اور ایک قوم کو رہنے کے لیے علاقہ چاہیے محض بار بار یہ کہنے سے
آخر کیا حاصل ہے کہ ہم ایک قوم ہیں قوم ہوا میں نہیں رہ سکتی۔ وہ زمین پر رہتی ہے
اور اسی زمین پر اس کی حکمرانی ہونی چاہیے۔“

دوقوی نظریہ اس اصول کی وضاحت کرتا ہے کہ مسلمان ایک منفرد قوم ہیں اور اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے
جو اپنے ماننے والوں کو یہ سمجھاتا ہے کہ مسلمان غلامی کی زندگی برقراری کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ کی حاکیت اور اس کے
قانون کو تأثیر بخرا کرنے کے لیے آزاد اسلامی ریاست کا قیام اشد ضروری ہے جو اگانہ مسلم قومیت کے اس
عقیدے کو برصغیر میں دوقوی نظریہ کا نام دیا گیا۔

نظریہ پاکستان کی تعریف

اس لحاظ سے جب ہم نظریہ پاکستان کی تشریع و توضیح کرتے ہیں تو اس سے مراد وہ عقیدہ اور
نصب اٹھنے ہے جس کی بنیاد پر مسلمانان ہندو نے اپنے لیے ایک الگ طلن کا مطالبہ کیا۔ یہ عقیدہ بلاشبہ اسلام
قا اور نصب اٹھنے یہ تھا کہ مسلمان اس آزاد مملکت میں احکام خداوندی کے مطابق زندگی گزاریں اور اپنی
تہذیب و ثقافت اور ملی ورثے کو پروان چڑھائیں، اسلامی اقدار و روایات کی حفاظت کریں اور ہر معاملے میں
قرآن کریم اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے راہنمائی حاصل کریں۔

برصغیر کے مسلمانوں نے برصغیر میں اپنے لیے ایک الگ طلن کا مطالبہ دوقوی نظریے کی بنیاد پر
کیا۔ نظریہ پاکستان ”در اصل دوقوی نظریہ“ کا دوسرا نام ہے جس سے مقصود یہ تھا کہ ہندوستان میں مسلمان
اور ہندو ایک مذہبی اور معاشرتی نظام کے تحت باہم مل جل کر زندگی برقراری کر سکتے ان کے رسم و رواج،
مذہب، طریقہ عبادت، رہن سہن، خواراک، لباس اور معاشرتی قدروں میں زمین و آسمان کا فرق تھا۔ ایک
مسلمان کسی غیر مسلم قوم کے قرب و جوار میں ایک ہزار سال سے قیام پذیر ہوا اور ان میں باہمی میل جوں اور
تعلقات بھی قائم ہوں پھر بھی وہ دونوں ایک قوم کے فرد نہیں بن سکتے۔ جب کہ دو مسلمان جو ایک دوسرے
کے لیے اجنبی ہوں اور ایک ہزار میل کے فاصلے پر رہتے ہوں ریگ و نسل، مذہب اور معاشرت کا اختلاف
ہونے کے باوجود وہ ایک ہی قوم کے فرد کہلا میں گے۔ ارشاد ربانی بھی یہی ہے۔

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ

(بلاشبہ سب مسلمان بھائی بھائی ہیں)

بھی وہ آفاقی اور مقدس نظریہ تھا جس کی بنیاد پر دنیا کی سب سے بڑی اسلامی ریاست معرض وجود میں آئی۔ آغا اشرف نے انتہائی خوبصورت الفاظ میں نظریہ پاکستان کی توضیح کرتے ہوئے لکھا ہے: ”تقسیم ہند کا مطلب ایک آزاد مسلم مملکت کا قیام تھا جو محض اس لیے مطلوب نہ تھی کہ دنیا کی مملکتوں میں ایک اور مملکت کا اضافہ ہو جائے یا دنیا کے نقشے پر جو مسلم ممالک نظر آتے ہیں ان میں مزید ایک مسلم ملک کا رنگ ابھر آئے۔ یہ مملکت برائے مملکت نہ تھی۔ اس کے پس منظر میں ایک آئینہ یا لوگی، ایک آورش، ایک نظریہ اور ایک مقصد تھا اور وہ مقصد تھا:

”دین محمدی کا نفاذ..... دینِ مصطفیٰ کا اجراء۔“

(پاکستان کا اسلامی پس منظر)

بھی مسلمانان ہند کی خواہش تھی، وہ چاہتے تھے کہ دینِ مصطفیٰ پر کوئی آنچ نہ آئے وہ اسی طرح قائم و دائم رہے جس طرح ہے اور ہندو مذہب اسلامی روایات کی تحریر کر کے اس کی اقدار و عقائد کو زخمی نہ کرے اور صحیح اسلامی معاشرہ دوبارہ قائم ہو جس میں عدل و انصاف، جمہوری مساوات اور سماجی بہبود کی خوبیاں موجود ہوں۔ بر صیر کے مسلمانوں کا بھی مقصد تحریک پاکستان کی اساس بنا۔

نظریہ پاکستان یا دو قومی نظریے کا ارتقاء

مسلمانوں کی اس جدوجہد نے، کہ انھیں ایک علیحدہ قوم کا درجہ دیا جائے، کئی نیب و فراز دیے اس راہ میں مشکل مقام بھی آئے اور امید افزاء بھی بالآخر مسلمانان ہند اپنے جدا گانہ شخص کو برقرار کھنے لیے مختلف مراحل سے گزر کر نظریہ پاکستان کی منزل تک پہنچنے میں کامیاب ہوئے۔ ذیل میں نظریہ پاکستان کے ارتقائی مراحل کا مختصر اذکر کیا جاتا ہے:

- 1- بر صیر میں مسلم قومیت کی بنیاد اسلام تویں صدی عیسوی میں مسلمانوں کی آمد کے ساتھ ہی بر صیر میں مسلم قومیت کی بنیاد رکھ دی گئی۔ اسلام جو نکہ ایک تبلیغی اور فلاحی مذہب۔ سال ۱۹۴۷ء: مد

شیخ احمد سرہندیؒ حضرت مجدد الف ثانیؒ

”حضرت مجددؒ کے زمانے میں ہندو احیائیت نے اسلام کے لیے زبردست خطرہ پیدا کر دیا تو انہوں نے اس کا ترکی بہتر کی جواب دے کر اور احیاء اسلام کی تحریک چلا کر برصغیر میں اسلام کو ایک نئی زندگی اور تو اپنی بخشی۔“ (روڈ کوثر، شیخ محمد اکرم)

حضرت مجدد الف ثانیؒ 15 جون 1565ء کو سرہند میں پیدا ہوئے آپ کا اسم مبارک احمدؒ لقب بذرالدین اور کنیت ابوالبرکات تھی آپ خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروقؓ کی اولاد سے تھے۔ مخدوم عبد الواحدؒ آپ کے والد، استاد اور میر و مرشد تھے آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والدہ سے حاصل کی جو ایک ممتاز عالم دین اور صاحب علم بزرگ تھے۔ 1599ء میں حضرت مجدد نے خواجہ باقی باللہ کے ہاتھ پر بیعت کی اور سلسلہ نقشبندیہ میں شامل ہو گئے۔ آپ کے مرشد خواجہ باقی باللہ نے ابتداء ہی سے آپ کی پیشانی پر عظمت کے آثار پڑھ لیے تھے آپ فرماتے تھے:

”حضرت شیخ احمد ایک ایسا چاوغ ہو گا جس سے ایک جہاں منور ہو جائے گا۔“

حضرت مجدد اپنے مرشد کے حکم سے نہ ہند لوٹے جہاں انہوں نے خود کو مشرکانہ عقائد کے خاتمے اور اسلامی تعلیمات کے فروع کے لیے وقف کر دیا۔

بعض احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس امت کے لیے ہر ہزار سال بعد ایک صاحب علم بزرگ میبوث فرماتے رہیں گے جو اس کے دین کو نیا اور تازہ کرے گا حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کے بعد دوسرے ہزار سال کے مجدد شیخ احمد سرہندی ہیں۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ کی ملی خدمات

1- ہندو جارحیت کا مقابلہ اکبر نے ایک غلط حکمت عملی پر عمل ہیرا ہو کر ہندوؤں کے ساتھ بے جا فراغدی کا سلوک کیا انہیں اعلیٰ عہدوں پر فائز کیا ان کے ساتھ رشتہ ناطے کئے ان کی مذہبی رسوم کو اختیار کیا اکبر کی بے دینی اور حد سے بڑھ کر رہداری نے ہندوؤں کو احیاء کا موقع دے دیا۔ وہ رفتہ رفتہ بیدار ہو گئے اور انہیں اپنی قوت کا احساس ہونے لگا حضرت مجدد الف ثانی اپنے مکتب میں لکھتے ہیں کہ اکبر کے دور میں ہندو اتنے دلیر ہو گئے تھے کہ متحرک کے ایک بہمن نے مسجد کی اینشوں اور پتھروں پر قبضہ کر کے ایک مندر تعمیر کر لیا جب مسلمانوں نے مراجحت کی تو اس نے رسول ﷺ کی شلن میں گستاخی کی صدر الصدور نے اسے سزاۓ موت دی تو درباری امراء نے ہنگامہ کھڑا کر دیا۔ اسی طرح تھائیں کے ہندوؤں نے مسجد گرا کر دہاں مندرجہ تعمیر کر لیا۔ حضرت مجدد الف ثانی نے اس صورت حال کا مقابلہ کرنے کے لیے عوام، امراء اور علماء میں احساس بیدار کیا اور انہیں ہدایت کی کہ وہ ہندوؤں کی جماں میں بیٹھنے سے گریز کریں اور صرف بقدر ضرورت

ان سے میں جوں رہیں۔

2- دین الٰہی کی مخالفت اکبر ان پڑھ ہونے کے باعث اسلام کی حقیقی روح سمجھنے سے قاصر تھا آزاد منش درباری علماء اور مختلف عقائد و آراء کے آدمی اسے اسلامی نظریات سے دور لے گئے اکبر ملک گیری اور ملک رانی میں بے نظیر تھا اس نے بجانب لیا تھا کہ وہ ہندوؤں کو اعتماد میں لیے بغیر ہندوستان میں ایک مضبوط اور محکم حکومت قائم نہیں ہو سکتی اور یہ اسی صورت میں ممکن تھا کہ ہندوستان کی تمام قوموں بالخصوص ہندوؤں اور مسلمانوں کو ایک مشترک نہ بپر تحد کیا جائے چنانچہ 1582ء میں اس نے دین الٰہی یا توحید الٰہی کے نام سے ایک نیا دین جاری کیا۔ دین الٰہی کے بعض اصول قرآن کریم سے اخذ کیے گئے تھے بعض برہمن عقائد سے متعلق تھے اور کچھ اصول یہ سائیت، یہودیت، موسیٰت اور پاری رسمات پر مشتمل تھے اس طرح اکبر نے ہندوستان کو ایک لا دینی ریاست (سیکولر نیٹ) میں تبدیل کرنے کی کوشش کی مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کی تجدید کے لیے اس زمانے میں حضرت مجدد الف ثانی کو مبعوث فرمایا۔ آپ نے اپنے مرشد حضرت خواجہ باقی بالش کے ساتھ مل کر اس فتنہ عظیم کے خلاف زبردست تحریک چالائی ارکین سلطنت امراء اور عوام کو اس زین کی مشکوک حیثیت اور کھوکھلے پن سے آگاہ کیا یہ آپ ہی کی کوششوں کا نتیجہ تھا کہ اکبر کی موت کے ساتھ ہی اس کا قائم کر دیا جسی ختم ہو گیا۔

3- اکبر کی مددانہ حکمت عملی کی مخالفت اکبر نے ہندوؤں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے خود کو کامل طور پر ہندوستانی بنالیا تھا۔ اس نے ہندوؤں کی طرح لباس پہنانا اور پیشانی پر تک لگانا شروع کیا۔ اپنے محل میں مندرجہ کروائے ہندو یو یوں کے زیر اشریعی نیکس جزیہ منسوخ کر دیا بعد ازاں زیارت نیکس بھی ختم کر دیا گوشت خوری کو منوع قرار دے دیا۔ گائے کے ذبح پر پابندی عائد کر دی گئی بادشاہ کے لیے تعظیسی سجدے کو لازم قرار دے دیا گیا اتوار کو عبادت کا دن مقرر کیا گیا اکبر کی مددانہ اور مشرکانہ حکمت عملی کا اثر عام مسلمانوں پر بھی پڑا اور یہ خطرہ پیدا ہو گیا تھا کہ مسلمان ہندو مت کے اثر تسلی اپنی جدا گانہ حیثیت نہ کھو بیٹھیں اور اسلامی ریاست غیر اسلامی ریاست میں تبدیل نہ ہو جائے ایسے نا زک مرحلے پر جب اسلام، مسلمان ان کی سلطنت خطرے میں تھی حضرت مجدد نے اپنی اصلاحی تحریک شروع کی آپ نے ایک طرف اسلام پسند درباری امراء سے تعلقات پیدا کر کے ترویج شریعت کی طرف ان کی توجہ مبذول کروائی دوسری طرف اپنے مزیدوں کی ایک جماعت تیار کر کے انہیں برصغیر کے طول و عرض میں پھیلا دیا کہ وہ ہندو اشر و نفوذ کروں کر لوگوں کو اسلامی رسمات اور اسلامی طریق زندگی اپنانے کی تلقین کریں بالآخر آپ کو اپنے مقصد میں کامیابی ہوئی اسی نے علامہ اقبال نے آپ کو ”ہندوستانی عوام کا روحاںی محافظ“، قرار دیا

4- جہانگیر اور اس کے لشکر کی اصلاح اکبر کی وفات کے بعد نور الدین جہانگیر نے ہندوؤں سے متعلق اپنی پالیسی تبدیل کی لیکن اکبر کی ہندو نواز پالیسی کے اثرات کافی حد تک باقی رہے مثلاً بادشاہ کو تعظیسی سجدہ کرنے کی رسم قبیع کو جاری رکھا گیا حضرت مجدد نے اس دور میں بھی غیر اسلامی رسومات اور عقائد کے خلاف اپنی مہم جاری رکھی آپ کا حلقة ارادت و سعی سے وسیع تر ہوتا چلا گیا حضرت مجدد کے مخالف امراء نے حضرت مجدد کے خلاف جہانگیر کے کام بھرنے شروع کئے اور اسے یقین دلانے کی کوشش کی کہ یہ شخص تیری سلطنت کے خلاف سازش کر رہا ہے اور سجدہ تعظیسی کو ناجائز قرار دیتا ہے بادشاہ نے حضرت مجدد کو دربار میں حاضر ہونے کا حکم دیا آپ نے مسنون طریقے سے جہانگیر کو سلام کیا اور تعظیسی سجدہ کرنے سے صرخ انکار کر دیا بادشاہ نے اس متکبرانہ روشن پر حضرت مجدد کو گوالیار کے قلعے میں قید کر دیا آپ نے قید و بند کی مسوبتوں کو انتہائی صبر و تحمل کے ساتھ برواشت کیا اور قید میں رہ کر بھی اپنے مشن کو جاری رکھا اور ہزاروں گمراہ انسانوں کو رہا ہدایت پر ڈال دیا جہانگیر کو جلد ہی اپنی غلطی کا احساس ہو گیا اور اس نے آپ کی رہائی کا حکم دے دیا رہائی کے بعد آپ نے گمراہ کی بجائے لشکر کے ساتھ رہنا قبول کیا اس طرح آپ کو سارے لشکر میں بلکہ ساری مملکت میں جہاں جہاں لشکر جاتا تلقین و ہدایت کا موقع مل گیا اور لاکھوں کی تعداد میں لوگ مشرف ہے اسلام ہو گئے۔

سروری زیبا اس ذات بے ہتا کو ہے
حکمران ہے اک وہی باقی بتاں آذری
(اقبال)

5- اسلامی قوانین کی بھائی اکبر کی غلط حکمت عملی نے برصغیر میں اسلامی شعائر کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچایا اور اگر بروقت اس نفع کا تدارک نہ کیا جاتا تو چند برس کے اندر اندر ہندوستان میں اسلام کا نام و نشان سک مٹ جاتا آپ نے تبلیغ اور حق گوئی کے ذریعے جہانگیر کو اسلامی قوانین کی بھائی اور ترویج شریعت پر مجبور کیا آپ کی کوششوں۔ جہانگیر نے سکون پر کلمہ طیبہ نقش کروایا گائے کے ذبیحہ پر پابندی ختم کر دی ہندوؤں پر شرعی ٹیکس جزیہ از سر نو عائد کر دیا سن جبڑی دوبارہ جاری کیا گیا ہندوستان میں جتنی بھی مساجد شہید کی گئی تھیں جہانگیر نے ان کی دوبارہ تعمیر کا حکم دیا شراب پر پابندی عائد کر دی تھی مساجد کی تعمیر اور اشاعت اسلام کے احکامات جاری کیے اس طرح آپ نے خوش تدبیری اور دور اندیشی سے حکومت کا رخ کفر سے اسلام کی طرف پھیر دیا۔

6- علماء سوء کی اصلاح اکبر کے عہد میں دین اسلام کو جو نقصان پہنچا حضرت مجدد اس کی ذمہ داری زیادہ تر علماء سوء پر ڈالتے تھے یعنی وہ علماء جو دنیا پرستی اور جاہ طلبی کی وجہ سے قرآن و حدیث کو نظر انداز کر کے غلط عقائد پھیلاتے تھے اور اپنے ذاتی اور سیاسی مقاصد کے حصول کی خاطر بادشاہ کو باطل نظریات کے فروغ

کی ترغیب دیتے تھے آپ نے اسلام پسند درباری امراء کو تلقین کی کہ وہ بادشاہ کو علماء سوہ کی صحبت سے دور رکھیں۔ آپ اپنے مکتب میں لکھتے ہیں:

”لوگوں میں سب سے بدتر برے علماء اور سب سے بہتر اچھے علماء ہیں۔“

آپ نے علماء سوہ کو ہدایت کی کہ وہ آخرت کی فکر کریں اور لوگوں کو پیغمبر اسلام ﷺ کی تعلیمات پر عمل ہیرا ہونے کی تلقین کریں۔

7- وحدت الوجود کی مخالفت وحدت الوجود کا مطلب یہ ہے کہ کائنات کی ہرشے میں خدا کا وجود ہے لہذا تمام مظاہر فطرت آگ، پانی، درخت، پھر، سورج، چاند وغیرہ کی پرستش دراصل خدا کی عبادت کے مترادف ہے وحدت الوجود یوں کے نزدیک بندہ اور خدا ایک دوسرے سے جدا نہیں اللہ تعالیٰ دریا ہے تو انسان قدرہ یہ قدرہ دریا میں مل کر دریا بن جاتا ہے اس نظریے پر عمل کر کے مسلمان صوفی ”انا الحق“ اور ”ہمہ اوست“ (سب کچھ وہی ہے) کا نزہہ بلند کر رہا تھا اس راستے پر جل کر صوفی بالآخر شریعت کی قید سے آزاد ہو جاتا تھا۔ اسی فلسفے کے تحت گورو بابا انک نے حج کیا۔ حضرت میاں میر نے امترس کے گوردوارے پر اپنے ہاتھوں سے سونے کا لکھ رکھا اور حسین شاہ اپنے ہندو مرید کے زیر اثر مادھوال حسین بن گئے۔

حق کو ہرگوشے میں تلاش کرنے والوں کے نزدیک تمام مذاہب کی اصل ایک ہے رام اور رحیم میں کوئی فرق نہیں یہ ایک ہی ہستی کے دو نام ہیں آپ نے اس باطل نظریے پر کاری ضرب لگائی اور فرمایا: ”رام اور رحمن کو ایک جانتا بڑی بے وقوفی ہے خالق مخلوق کے ساتھ ایک نہیں ہوتا۔“

اس طرح آپ نے رام اور رحیم کا فرق بیان کر کے مسلمانوں کو ہندوؤں میں جذب ہونے پر بچالیا اور اسلام میں کفر کی آمیزش کو ختم کر کے توحید خالص کا تصور پیش کیا۔

8- نظریہ وحدت الشہود آپ نے نظریہ وحدت الوجود کے جواب میں نظریہ وحدت الشہود پیش کیا جس میں آپ نے بتایا کہ دنیا اور خالق میں وہی رشتہ ہے جو خالق اور مخلوق میں ہوتا ہے اور ہر چیز میں خدا موجود نہیں بلکہ ہر چیز اس کی قدرت کا مظہر ہے اللہ تعالیٰ اپنی ذات میں یگانہ ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں نہ وہ کسی چیز میں حلول کرتا ہے اور نہ ہی کوئی شے اس میں حلول کرتی ہے اس نظریے پر یقین رکھنے والوں نے ”انا الحق“ کی بجائے ”انا عبده“ (میں اس کا بندہ ہوں) اور ”ہمہ اوست“ کی بجائے ”ہمہ از است“ (سب کچھ اسی کا ہے) کا نزہہ بلند کیا۔ اس طرح وحدت الشہود کے فلسفے نے خالق اور مخلوق کے وجود کو الگ الگ قرار دے کر خالق کی قوت اور برتری پر مہربنت کر دی۔

9- تصوف کی اصلاح حضرت مجدد الف ثانی کی ایک اور اہم اسلامی خدمت تصوف کی اصلاح ہے۔ آپ نے لوگوں کو بتایا کہ اگر صوفیاء کا کلام احکام شرعی کے مطابق نہیں تو وہ ہرگز تقلید کے لائق نہیں۔ آپ نے ہندوستان کے پرانے سلساؤں کو چھوڑ کر اپنے طریق کی اشاعت کی جس میں اسلامی شریعت کی پیروی اور سادہ عبادت پر بڑا ذور تھا آپ کے نزدیک طریقہ سنت سے ہٹ کر جو عبادتیں اور بریاضتیں کی جاتی ہیں ان کا

کوئی وزن نہیں ایسی ریاضتیں تو یونان کے فلسفی اور ہندوستان کے برہمن جوگی بھی کرتے ہیں لیکن شریعت کے مرفق نہ ہونے کی وجہ سے گمراہی اور خسارے کے سوا ان کو کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

اس زمانے کے نامنہاد صوفیوں نے پیروں کے عمل کا بہانہ کر کے قرض و سرور کو اپنادین بنالیا اور اسی کو اطاعت و عبادت سمجھ لیا۔

"أُولَئِكَ الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِينَهُمْ لَهُوَا وَ لُعْبًا"

"یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے دین کو ہو لعب بنالیا"

(القرآن)

یہ آیت کریمہ انہی لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی حضرت مجدد نے لوگوں کو قرض و سرور کی محفلوں میں شرکت سے پرہیز کرنے کی تلقین کی اور صحابہ کرام کی سادہ عبادات پر زور دیا۔ ایسی عبادات جس میں نہ چلکی کی ضرورت ہے، نہ قبروں پر روشنی اور نہ ہی پیروں کی قدم بوسی۔ اسی طرح آپ تصوف کو اسی حدود کے اندر لے آئے اور سینکڑوں برس سے جو آلاتیں اس میں باہر سے داخل ہو گئی تھیں ان سب کو بہانہ کر ایک صاف سحر اسلامی تصوف دنیا کے سامنے پیش کیا۔

10- رد بدعت سنت اور بدعت ایک دوسرے کی ضد ہیں ایک کی بقادوسرے کی فنا ہے یعنی سنت کا زندہ کرنا بدعت کو ختم کرنا ہے اکبر کی ہندو نوازی کی وجہ سے اسلام میں ہندوانہ رسم و رواج اور عقائد شان ہو گئے تھے اس طرح اسلام اور ہندو مت میں تمیز کرنا مشکل ہو گیا تھا۔ آپ نے اپنے ایک مکتوب میں بدعت کی شہید مخالفت کرتے ہوئے لکھا:

"بدعت دین کو کامنے والی کلہاڑی ہے اور اسلام ایک چمکتا ہوا ستارہ ہے بدعت کا دور کرنا اسلام کی تقویت کے لیے لازمی ہے۔"

آپ نے لوگوں کو تلقین کی کہ وہ اطاعت رسول اللہ ﷺ کو اپنی زندگی کا شعار بنا لیں اور اپنے پیروں اور شیخوں کی تقليد کا بہانہ کر کے بدعت پر عمل نہ کریں۔

11- دوقومی نظریہ نظریہ وحدت الوجود متحده قومیت اور وحدت ادیان کا درس دیتا ہے اس کی روشنی تمام مذاہب کی بنیاد ایک ہے اسی فلسفے نے گورونا نک، بھگت کبیر، راما مند، اور مسلمان صوفیاء کو ایک صف میں کھڑا کر دیا آپ نے مسلمانوں کو ذہن نشین کروایا کہ وہ اپنے جدا گانہ شخص کو ہر حالت میں برقرار رکھیں اور تاریخی کے اس دور میں اسلامی شاعر، رسمات کے تحفظ کا ہر ممکن اہتمام کریں آپ کا قول ہے

"اسلام کی عزت کفار اور کفار کی ذلت میں ہے۔"

آپ بر صفیر میں پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے دو قومی نظریے کا پرچار کیا بعد ازاں اسی دو قومی نظریے کی بنیاد پر مسلمان اپنے لیے ایک الگ طن حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔

12۔ مسئلہ قضاؤ قدر مسئلہ قضاؤ قدر بڑا پیچیدہ اور اہم ہے زندگی اور موت کی طرح پر اسرار اس مسئلے میں اکثر لوگ گمراہ ہو رہے تھے۔ بعض کا خیال تھا کہ انسان اپنے افعال میں مختار کل ہے اور بعض بندے کے فعل کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے تھے۔ ان کے نزدیک افعال خواہ بڑے ہوں یا اچھے حقیقی طور پر بندوں کے نہیں ہیں بندے جو کچھ کرتے ہیں حقیقت میں انہیں اس کے لیے کوئی استطاعت یا اختیار حاصل نہیں ہے جیسے کہ درخت ہوا کے ہلانے سے ہلتا ہے اسی طرح بندہ بھی مجبور ہے ان دونوں گروہوں نے اعتدال اور میانہ روی کو ترک کر کے افراط و تفریط کو اختیار کیا تھا حضرت مجدد الف ثانی نے مسئلہ جبر و قدر میں اعتدال کے راستے کو پسند کیا ان کے نزدیک انسان کی کوشش اور جدوجہد اس کی متوسط خود مختاری کی پیش نظر بڑے کمالات کی آئینہ دار ہے اور اس کے افعال اور اختیار پر ہی جزا اوسرا کا فیصلہ ہو گا۔ اللہ تعالیٰ کا حکم بھی یہی ہے۔

"جزاء بما كأنو ايعملون"

"عمل کرتے تھے انہیں اس کی جزا ملے گی"

المخقر گمراہی اور بے دینی کی جس فضای میں حضرت مجدد نے اپنی اصلاحی تحریک چلائی وہ بلاشبہ کسی مرد مومن ہی کا کام تھا یہ آپ ہی کی کوششوں کا نتیجہ تھا کہ لوگ اکبر کے دین اللہ سے تنفس ہو گئے۔ درباری امراء کے اندر دین کے تحفظ کا احساس پیدا ہو گیا جب کسی بادشاہ نے غیر شرعی احکامات جاری کرنے کی کوشش کی تو امراء نے اس کی پرزو و مخالفت کی۔

گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے
جس کے نفس گرم سے گرمی احرار
وہ ہند میں سرمایہ ملت کا نگہبان
اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار
(اقبال)